12

# رمضان المبارک سے استفادہ

(فرمودہ ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

یہ مہینہ جو گزر رہا ہے وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اگر کوئی عذر ایسا نہ ہو جس کو شریعت نے عذر قرار دیا ہے۔ تو وہ خدا کے قرب اور رضاجوئی کے لئے پو پھٹنے سے لے کے سورج ڈوبنے تک کھانے پینے اور تعلقات مرد و زن سے بالکل مجتنب رہیں۔ اس وجہ سے یہ وہ مہینہ ہے جس میں انسان بہت سی حالتوں میں خدا تعالیٰ کے مشابہ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ کھاتا پیتا نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ جوڑے کا محتاج نہیں۔ بندہ بھی رمضان کے دنوں میں خدا تعالیٰ کے رنگ کو جس حد تک کہ انسان کے بس میں ہے اختیار کرتا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ کھانے کا محتاج ہوتا ہے۔ کھانا چھوڑ دیتا ہے۔ باوجود اس کے کہ پینے کا محتاج ہوتا ہے۔ پینا چھوڑ دیتا ہے۔ باوجود اس کے کہ بقائے نسل کے لئے دوسری جنس کی طرف مائل ہونے کا محتاج ہوتا ہے۔ اس سے اجتناب کرتا ہے۔ پس اس طرح وہ رمضان کے دنوں میں خدا تعالیٰ کا مظہر بننے کی کوشش کرتا ہے۔ ان معنوں میں نہیں کہ خدا تعالیٰ کا مدِّمقابل بن جائے۔ بلکہ اس طرح جس طرح ہر محبت کرنے والا انسان اپنے محبوب کی شکل اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ مشابہت برابری کی نہیں ہوتی۔ بلکہ غلامی کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہر ایک غلام کا فرض ہے کہ اپنے آقا کے قدم بقدم چلے اور اس پر کوئی یہ نہیں کہتا کہ وہ اپنے آقا کی نقل کرتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی مشابہت اختیار کرنے والا ہوتا ہے۔ ہمیشہ سزا کا مستحق وہی ہوتا ہے جو کسی کی نقل کے طور پر کوئی کام کرتا ہے۔ ایک غلام جو اپنے آقا کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ وہ نقال نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا فرض ہے کہ پیچھے چلے۔ اسی روح اور نیت سے بندہ رمضان میں وہ رنگ اختیار

کرتا ہے جس سے الوہیت کے سمجھنے کی طاقت اسے حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اور اعمال کی تو مختلف جزائیں ہیں۔ مگر روزے کی جزا خود خدا تعالیٰ ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ ان دنوں خدا تعالیٰ کی مشابہت انسان اختیار کرتا ہے۔ غرور اور تکبر سے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ ہی کے حکم سے برابری کے دعویٰ سے نہیں بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری کے رو سے انسان اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بناتا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب تک انسان میں خدا کی صفات جلوہ گر نہ ہو جائیں وہ نجات نہیں پا سکتا۔ کیونکہ بغیر عرفان الٰہی کے کوئی نجات نہیں۔ اور جس ہستی کا ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے مشاہدہ کا ایک ہی طریق ہے کہ اندرونی طور پر اس کا مشاہدہ کریں۔ دیکھو وہ چیزیں جن کو دنیا میں انسان اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ان کو اپنے اندر جذب کر کے محسوس کرتا ہے۔ ہم ہوا اور گیس کو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر جب وہ ہمارے جسم میں داخل ہوتی ہیں تو پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح بجلی کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ بلکہ اس کے اثر سے محسوس کرتے ہیں۔ پس ہم خدا تعالیٰ کو جسمانی طور پر نہیں دیکھ سکتے اس لئے اس کی طاقت کو جذب کر کے اس کا عرفان حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی خدائی اور الوہیت اسی طرح انسان کے اندر داخل ہوتی ہے۔ جس طرح بجلی۔ جس انسان میں بجلی داخل ہو جائے وہ بجلی نہیں بن جاتا مگر بجلی والا ضرور بن جاتا ہے۔ اسی طرح انسان خدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن خدائی صفات کا مظہر ہو کر خدا والا ضرور ہو جاتا ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی چیز جو چیز کہلانے کی مستحق ہے۔ اپنے آپ کو ایسا فنا کر دے کہ وہ بالکل نہ رہے۔ کیونکہ جو کچھ مٹتا اور فنا ہوتا ہے۔ وہ آثار اور نشان ہوتے ہیں۔ نہ کہ اصل چیز۔ ہم گوشت اور سبزی کھاتے ہیں۔ بظاہر وہ مٹ جاتے ہیں مگر اصل میں نہیں مٹتے۔ جو کچھ مٹتا ہے وہ ان کی ظاہری شکل و صورت ہوتی ہے۔ پس جب ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی مٹ نہیں سکتی۔ اور ایک جنس غیر جنس کا وجود نہیں بن سکتی۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ انسان مٹ کر خدا بن جائے۔ یا خدا مٹ کر انسان بن جائے۔ یہ جہالت اور نادانی کی باتیں ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے صفات میں تغیر کر لیتا اور تنزل کر کے ان صفات کو اس طرح انسان میں ظاہر کرتا ہے کہ انسان سمجھ سکے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ سمیع ہے اور انسان کو خدا کی طاقت سماعت حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ انسان میں سمیع ہونے کی جو طاقت ہے۔ وہ اس نے خدا ہی کی طاقت سے حاصل کی ہے۔ اسی طرح ہر طاقت جو انسان کو حاصل ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت اور طاقت سے حاصل کردہ ہے۔ بتاؤ انسان میں سننے اور دیکھنے کی طاقت کہاں سے آئی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے

ہی آئی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ بصیر نہ ہوتا۔ تو انسان بھی بصیر نہ بن سکتا۔ اگر خدا تعالیٰ سمیع نہ ہوتا تو انسان بھی سمیع نہ بن سکتا۔ پس وہ منبع ہے تمام طاقتوں اور قوتوں کا اور اس منبع سے اسی صورت میں طاقتیں حاصل ہو سکتی ہیں کہ خدا اور بندہ کے درمیان جو روکیں ہیں وہ دور ہو جائیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے بندہ کو ارادہ اور اختیار دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے کوئی کام کرے۔ اس لئے جب تک بندہ اپنا ارادہ چلاتا ہے۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ کی طاقتیں اس میں آنے سے رکی رہتی ہیں۔ انسان کی اپنی خواہشیں ڈاٹ کی طرح ہوتی ہیں۔ جو رکاوٹ کا باعث ہو جاتی ہیں۔ اور اس وقت تک خدا کا فضل انسان کے اندر داخل ہو کر اسے خدا کا جلوہ گاہ اور مظہر نہیں بناتا جب تک وہ دور نہ ہو جائیں۔ ہاں جب انسان یہ سمجھ لے کہ میری ہر چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ ہم سمیع نہیں بن سکتے تھے اگر خدا سمیع نہ ہوتا۔ اسی نے اپنے فضل سے یہ طاقت دی ہے۔ اسی طرح اصل بصیر خدا تعالیٰ ہے۔ اسی نے ہمیں بصارت دی ہے۔ اصل علیم خدا ہی ہے۔ اسی نے ہمیں علم بخشا ہے۔ اصل مالک خدا ہی ہے۔ اسی نے ہمارے سپرد چیزوں کو کیا ہے جب تک انسان اس طرح اپنا سب کچھ خدا ہی کا نہیں سمجھ لیتا اور خدا کے سپرد نہیں کر دیتا اس وقت تک خدا تعالیٰ کی صفات اس پر جلوہ گر نہیں ہو سکتیں۔

رمضان اس بات کی علامت قرار دیا گیا ہے کہ ہم اپنی ہر ایک چیز خدا تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ رمضان میں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہر چیز خدا ہی کی ہے کیونکہ رمضان میں اقرار کرتے ہیں کہ ہماری زندگی اور ہماری موت خدا ہی کے لئے ہے۔ ہم کھانے پینے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہ فردی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ اور بغیر نسل چلنے کے قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ قومی زندگی ہے۔ مگر ہم ان دونوں کو رمضان میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ جب ہم کھانا پینا چھوڑتے ہیں۔ تو اس سے ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ اپنی زندگی خدا تعالیٰ کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور جب مرد عورت سے تعلقات چھوڑتا یا عورت مرد سے چھوڑتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہم قومی زندگی بھی خدا کے لئے قربان کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے وجود کو مٹا دیتے ہیں۔ اور اقرار کرتے ہیں کہ ہماری فردی زندگی خدا ہی کے لئے ہے اس طرح ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہماری قومی زندگی بھی خدا کے لئے ہے۔ اگر ہمیں خدا کے لئے اپنے آپ کو قربان کرنا پڑے گا تو قربان کر دیں گے۔ اگر ہمیں خدا کے لئے قوم کو قربان کرنا پڑے گا تو اس کو بھی قربان کر دیں گے۔ جب انسان یہ حالت اختیار کر لیتا ہے۔ تب خدا ملتا ہے۔ اور یہی مطلب ہے اس ارشاد کا کہ روزہ کی جزا خود خدا

ہے۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ روزہ رکھ کر انسان خدا کا مالک بن جاتا ہے۔ مالک مالک ہی ہے اور بندہ بندہ ہی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ روزہ رکھنے کے بدلے میں خدا مل جاتا ہے۔ خدا کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ خدا کی معرفت میسر آجاتی ہے۔ پس جب انسان نسلی اور ذاتی زندگی کو خدا تعالیٰ کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ تب خدا ملتا ہے۔ اور جب تک انسان اپنے وجود کو قائم رکھتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ قوم بھی کچھ ہے۔ وہ اندھیرے میں چکر لگا تا رہتا ہے۔ اور کچھ نہیں پا سکتا۔

پس رمضان کی اصل غرض اور فائدہ یہی ہے کہ خدا مل جائے۔ خدا تعالیٰ کو ہمارے بھوکے پیاسے رکھنے سے کیا فائدہ ہے۔ اسی طرح اگر مرد و عورت کے تعلقات نہ ہوں۔ تو اسے کیا نقصان خدا تعالیٰ نے خود انسان میں بھوک رکھی اور اس کے لئے کھانا پیدا کیا ہے۔ اسی طرح خود پیاس رکھی اور پانی پیدا کیا۔ خود مرد کو عورت کے لئے اور عورت کو مرد کے لئے پیدا کیا۔ تاکہ ایک دوسرے سے آرام اور سکون حاصل کریں۔ پس جب کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کا جوڑا اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ ایک دوسرے سے تسکین حاصل کریں۔ اور کھانا اور پانی اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ انسان کھائیں اور پیئیں۔ تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ ان سے روکے۔ دراصل یہ انسان کو سبق دیا گیا ہے کہ اس کی فردی اور قومی زندگی صرف خدا کے لئے ہی ہونی چاہئے۔ اگر کوئی رمضان سے یہ سبق حاصل نہیں کرتا۔ تو پھر اس کا بھوکا اور پیاسا رہنا محض بھوکا اور پیاسا رہنا ہی ہے۔ اس کی بھوک اور پیاس خدا کے لئے نہیں ہے۔ اس نے سوائے اس کے کہ قانون قدرت توڑا اور کچھ نہیں کیا۔ اگر ایک شخص کھانا نہ کھائے اور بھوکا رہ کر مرجانا چاہے تو وہ شریعت کا گنہگار ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی شادی نہ کرے اور کہے خدا تعالیٰ کو اس سے کیا یہ میرا ذاتی کام ہے تو وہ بھی گنہگار ہو گا۔ قرآن کریم میں اسے ناپسند کیا گیا ہے۔ اور رسول کریم ﷺ نے شادی نہ کرنے والے کے متعلق فرمایا ہے کہ آوارہ گردی میں مرگیا۔ پس کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ شادی کرنا میرا ذاتی معاملہ ہے۔ خدا کو کیا ہے۔ میں شادی کروں یا نہ کروں۔ یا اسی طرح زندگی میری ذاتی ہے۔ اگر میں کھانا نہ کھا کر مرجاؤں تو خدا کو اس سے کیا کیونکہ قانون قدرت خدا تعالیٰ نے بنایا ہے۔ اور اس کی پابندی فرض ہے پس اگر کوئی شخص روزہ کی غرض اور مقصد پورا نہیں کرتا۔ تو بھوکا پیاسا رہ کر قانون قدرت کو توڑنے کا گناہ گار ہوتا ہے۔ روزہ کی غرض یہی ہے کہ انسان اپنی ذاتی اور قومی زندگی خدا تعالیٰ کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ اگر روزہ رکھ کر کوئی شخص یہ آمادگی اور تیاری اپنے اندر پاتا ہے۔ تو بے شک وہ روزہ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ لیکن جب ذاتی قربانی کا مطالبہ ہو تو وہ اپنے آپ کو اس کے لئے تیار نہ پائے یا جب قومی قربانی کا مطالبہ ہو تو اس کے لئے آمادگی نہ رکھتا ہو۔ تو سمجھ لے کہ روزہ کا اسے کچھ فائدہ نہیں

ہوا۔ جس شخص کو ذاتی یا قومی قربانی کے وقت سستی یا کسل ہو۔ اس کا روزہ رکھنا بے فائدہ ہے۔ اور قانون قدرت کو توڑنا ہے۔ اور جو قانون شریعت کی پابندی نہ کرتا ہوا قانون قدرت کو توڑتا ہے وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔ پس اس مبارک مہینہ میں میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس سے برکات حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ معمولی تکلیف سے روزہ نہیں چھوڑنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے روزہ نہ رکھنے کا عذر بیماری رکھا ہے۔ ۲۔ یا سفر اس کے بغیر روزہ نہ رکھنا خدا تعالیٰ کے حکم کو توڑنا ہے۔ تو بیمار یا بیماری کی حالت کو چھوڑ کر (بیماری کی حالت میں اس لئے کہتا ہوں کہ بیماری کی تعریف اتنی محدود ہے کہ بعض بیماریاں اس میں سے نکل جاتی ہیں مثلاً بڑھاپا۔ بوڑھے آدمی کو بیمار نہیں سمجھا جاتا۔ ایسے آدمیوں کو چھوڑ کر) جو انسان بالغ ہو چکا ہو۔ اس کا فرض ہے کہ روزہ رکھے۔ ہاں بچوں پر جو بالغ نہ ہوئے ہوں یا عورتوں پر جنہیں ماہواری ایام آئے ہوں۔ روزہ فرض نہیں روزہ کا بچپن اور ہے اور نماز کے لئے اور۔ یہ بات میں نے گزشتہ سال بہت تفصیل سے بیان کی تھی۔ نماز کے لئے تو ۱۰۔ ۱۱ سال کی عمر تک بچپن ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن روزہ کے لئے بچپن اس وقت تک ہوتا ہے جب تک بچہ پوری طاقت حاصل نہیں کر لیتا۔ اس وجہ سے مختلف بچوں کے یہ بچپن مختلف ہوتا ہے۔ جو ۱۵ سے ۲۰ سال کا ہوتا ہے۔ ہاں اگر بچپن کی عمر میں بچے تھوڑے تھوڑے روزے ہر سال رکھیں۔ تو اچھا ہے۔ اس طرح انہیں عادت ہو جائے گی۔ مگر بہت چھوٹی عمر میں اس طرح بھی روزہ نہیں رکھوانا چاہئے۔ یہ شریعت پر عمل کرانا نہیں۔ بلکہ بچہ کو بیمار کر کے ہمیشہ کے لئے ناقابل بنانا ہے۔ یہ غلط خیال پھیلا ہوا ہے کہ بچہ کا روزہ ماں باپ کو مل جاتا ہے۔ حالانکہ ایسے بچہ سے روزہ رکھوانا جو کمزور ہو اور اپنی جسمانی صحت کے لحاظ سے استوار نہ ہو چکا ہو۔ ثواب نہیں۔ بلکہ گناہ کا ارتکاب کرنا ہے۔ ہاں جب بچہ کی ضروری قوتیں نشوونما پا چکی ہوں تو ہر سال کچھ نہ کچھ روزے رکھوانے چاہئیں۔ تاکہ عادت ہو جائے مثلاً پہلے پہل ایک دن روزہ رکھوایا۔ پھر دو تین چھوڑ دیئے۔ پھر دوسری دفعہ رکھوایا ایک چھڑوا دیا۔ میرے نزدیک بعض بچے تو ۱۵ سال کی عمر میں اس حد کو پہنچ جاتے ہیں کہ روزہ ان کے لئے فرض ہو جاتا ہے۔ بعض ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ اور حد بیس سال تک اس حالت کو پہنچتے ہیں۔ اس وقت روزہ رکھنا ضروری ہے۔

پس یاد رکھو روزہ فرض ہونے کی حالت میں بلا وجہ روزہ نہ رکھنا اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ ہمارے ملک میں دو قسم کے خیال پائے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خواہ مر جائیں روزہ نہیں چھوڑنا۔ اور دوسرے یہ کہ کمزوری ہو گئی ہے۔ اس لئے روزہ نہیں رکھتے۔ مگر وہ کونسا آدمی ہے کہ جو روزہ رکھے۔ اور طاقت ور ہو جائے۔ ہاں بعض لوگ جو رمضان میں خاص کھانے کھایا کرتے ہیں۔

ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ان کے لئے رمضان خوید بن جاتا ہے۔ وہ موٹے ہو جاتے ہیں۔ مگر خواہ کوئی کس قدر مقوی کھانے کھائے۔ روزہ کے وقت ضعف ضرور ہوتا ہے۔

ہماری جماعت کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے روزہ کی قدر کرے۔ جن کو خدا تعالیٰ طاقت دے وہ سارا مہینہ پورا کریں۔ اور جن کو کسی شرعی عذر کی بنا پر بعض روزے چھوڑنے پڑیں وہ دوسرے اوقات میں پورے کریں۔ ہمارے ملک میں اس بارے میں بہت سستی پائی جاتی ہے۔ وہ جو روزوں میں سارا مہینہ روزے رکھ لیتے ہیں۔ ان کے بھی اگر کچھ رہ جائیں تو دوسرے ایام میں سستی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ہی حکم ہے۔ کہ **من کان مریضا" او علے سفر فعدۃ من ایام اخر**(البقرہ۱۸۶) مگر ۷۰ - ۸۰ فیصدی لوگ ایسے ہوں گے۔ جو رمضان میں جس قدر روزے رکھ سکیں گے رکھیں گے۔ اور جو باقی رہ جائیں گے وہ رکھنے کی کوشش نہ کریں گے۔ وہ لوگ جو سالہا سال بیمار رہتے ہوں۔ ان کو چھوڑ کر دوسروں کو کوشش کرنی چاہئے کہ جو روزے رہ جائیں وہ دوسرے ایام میں رکھ لیں۔

پھر روزوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ یہ بات قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتی ہے اور حدیثوں سے بھی۔ کیونکہ رمضان کا ذکر کرتا ہوا خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھ سے مانگو تو میں تمہیں دوں۔ کیا عجیب بات ہے لوگ ان سے مانگتے ہیں جو مانگنے پر بھی کچھ نہیں دیتے۔ لیکن خدا تعالیٰ جو کہتا ہے۔ میں دینے کے لئے تیار ہوں مجھ سے مانگو۔ اس سے نہیں مانگتے۔ رمضان کے دنوں میں چونکہ خصوصیت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس لئے اپنے لئے اور اسلام کی ترقی کے لئے کثرت سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ خدا تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج روزوں سے عطا کرے۔ اور ایسا نہ ہو کہ ہم نفس کی تکلیف بھی اٹھائیں۔ اور کچھ حاصل بھی نہ ہو۔ اور خدا تعالیٰ ہماری اس حقیر اور ناچیز قربانی کو جسے ہم قربانی بھی نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ خدمت کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ صرف ارادہ اور نیت ہی ہے اور اس بات کا اظہار ہے کہ خدا کے لئے قربانی کے لئے تیار ہیں۔ خدا اسے قبول فرمائے۔ اور دنیا میں بھی اس کے نیک نتائج پیدا کرے۔ اور ہمارا قدم اس راستہ پر ہو جو وصال الٰہی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور اس راستہ کی طرف نہ ہو جو ضلالت اور گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔

(الفضل ۶ اپریل ۱۹۲۶ء)

۱۔ بخاری کتاب الصوم باب الی صام اذا سمم ۲۔ البقرہ ۱۸۶